43

# دو رؤیا جو واقعات نے سچے ثابت کر دیے

(فرمودہ 22 نومبر 1946ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"پچھلے دنوں مَیں نے بعض رؤیا دیکھی تھیں جو مَیں نے بعض دوستوں کو بھی سنائیں اور الفضل میں بھی شائع ہو چکی ہیں۔ مَیں نے ایک رؤیا جو 25 اکتوبر کو مجلس میں بیان کی تھی اُس کے متعلق مَیں نے ذکر کیا تھا کہ وہ دہلی سے واپس آنے پر میں نے دیکھی ہے۔ اس کی تعبیر اُس وقت جو مَیں نے کی تھی وہ اُس وقت کے حالات کو مدنظر رکھ کر بیان کی تھی اور میرا ذہن اصل تعبیر کی طرف نہیں گیا تھا لیکن بعد کے حالات نے بتا دیا کہ اصل میں وہ تعبیر صحیح نہ تھی اور رؤیا کے الفاظ قابلِ تعبیر نہ تھے بلکہ اُسی قسم کے حالات رونما ہونے والے تھے جیسا کہ خواب میں دکھایا گیا تھا۔ یہ رؤیا 31 اکتوبر کے الفضل میں شائع ہوئی ہے اور 25 اکتوبر کو بعد نماز مغرب مَیں نے بیان کی اور وہ جمعہ کا دن تھا۔ مَیں نے اس خواب کا ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب سے بھی ذکر کیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب میری بچی کے ہمراہ اس کے دانت دکھانے کے لئے لاہور جا رہے تھے۔ وہ 20 اکتوبر کو لاہور گئے۔ مَیں نے ان سے 19 اکتوبر کو اس خواب کا ذکر کیا تھا۔ اس سے ایک دو دن پہلے کی یہ رؤیا تھی۔ پس بہر حال یہ رؤیا 17 یا 18 اکتوبر کو مَیں نے دیکھی ہے۔ چنانچہ اخبار میں یہ الفاظ چھپے ہیں کہ دہلی سے واپس قادیان آکر مَیں نے یہ رؤیا دیکھا۔ اس رؤیا کے الفاظ یہ ہیں۔

"مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ سارہ بیگم مرحومہ میرے سامنے آئی ہیں۔ مَیں ان کی

شکل خواب میں بالکل ویسی ہی دیکھتا ہوں جیسی کہ جاگتے میں نظر آتی تھی۔ گویا اس وقت مجھے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ خواب دیکھ رہا ہوں۔ شکل تو کُلّی طور پر وہی ہے مگر ان کے چہرے پر کچھ اداسی سی معلوم ہوتی ہے۔ ویسے چہرہ روشن ہے اور لباس بھی اچھا ہے۔ مَیں نے کہا سارہ! تمہارے چہرے پر اداسی کیوں ہے؟ وہ کہتی ہیں میرے تین بہن بھائی بیمار ہیں۔ اس پر مَیں نے ان سے پوچھا کہ انہیں کیا تکلیف ہے؟ وہ کہتی ہیں بڑے بھائی بہن اور چھوٹے بھائی کے پیٹ میں کیڑے ہیں۔ یہ سن کر مجھے تعجب ہوا کہ ان کا چھوٹا بھائی تو کوئی نہیں پھر انہوں نے چھوٹے بھائی کا کس طرح ذکر کر دیا۔ چنانچہ مَیں نے کہا چھوٹا بھائی کونسا؟ انہوں نے کہا مجنہ۔ مَیں خیال کرتا ہوں کہ مجنہ تو کوئی نام نہیں ہوتا۔ شاید مَجِنّہ ہو۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔"

اِس خواب میں مجھے چھوٹے بھائی کے لفظ سے غلط فہمی ہوئی۔ مَیں یہ سمجھا کہ چونکہ سارہ مرحومہ سے چھوٹا کوئی بھائی نہیں اس لئے خواب کی کوئی اَور تعبیر ہوگی اور مَیں نے یہ سمجھا کہ شاید بھائی بہن سے مراد ان کے بچے ہوں اور بھائی احمدیت کے لحاظ سے کہا گیا ہو۔ مَیں نے اُس وقت تعبیر کی کتاب بھی نہیں دیکھی۔ علم تعبیر میں کیڑے سے مراد دشمن ہوتا ہے اور پیٹ کے کیڑے سے مراد وہ دشمن ہوتا ہے جو بیچ میں رہنے والا ہو۔ یعنی ایسے لوگ جو اپنے کہلانے والے ہوں جیسے بھائی بہن اور رشتہ دار یا جو ہم وطن کہلاتے ہوں وہ بھی پیٹ کے کیڑے ہوتے ہیں کیونکہ وہ بیچ میں مل جل کر رہتے ہیں۔ چونکہ چھوٹے بھائی سے اس وقت مَیں یہ سمجھا کہ وہ کہتی ہیں کہ میرا وہ بھائی جو مجھ سے چھوٹا ہے حالانکہ چھوٹے بھائی سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جو بھائیوں میں سے چھوٹا ہو۔ مگر چونکہ خواب میں مَیں یہ سمجھا کہ وہ اپنے سے چھوٹا کہتی ہیں اِسی وجہ سے خواب کی تعبیر خواب سے بہت دور چلی گئی۔ مگر اب واقعات نے ظاہر کر دیا ہے کہ اس رؤیا میں درحقیقت فساداتِ بہار کی طرف اشارہ تھا۔ سارہ مرحومہ کے چار بھائی اور ایک بہن ہیں۔ اِس خواب سے پتہ لگتا ہے کہ دو بھائیوں اور ایک بہن پر کوئی مصیبت آئے گی اور واقعات نے بتا دیا ہے کہ ایسا ہی ہوا ہے۔ سارہ بیگم بہار کی رہنے والی تھیں۔ ان فسادات کے وقت ان کا سب سے بڑا بھائی اور ان کا سب سے چھوٹا بھائی اور بہن ہی بہار میں تھے۔ بڑے سے چھوٹا بھائی کلکتہ میں تھا اور چھوٹے سے بڑا قادیان میں۔ مَیں نے یہ رؤیا 17 یا 18 اکتوبر کو دیکھی

اور بہار میں فسادات 22 اکتوبر کو شروع ہوئے۔ اگر کوئی کہے کہ خواب سنایا تو 25 کو گیا ہے تو اِس کا جواب یہ ہے کہ 28 اکتوبر سے پہلے بہار سے باہر کسی کو ان فسادات کی خبر نہیں ہوئی نیز جس علاقہ میں سارہ بیگم کے بھائی بہن رہتے تھے وہاں تو فسادات ہوئے ہی 28 اور 29 کو ہیں۔ پس خواب ان فسادات کے شروع ہونے سے پانچ چھ دن پہلے آئی اور اس رؤیا کو مجلس میں بیان کرنے کے تین چار روز بعد بہار کے فسادات کی خبر یہاں پہنچی۔ اس سے قبل بہار گورنمنٹ اس کو چھپاتی رہی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اس ہیبت ناک آفت سے پانچ چھ دن پہلے مجھے اس کے متعلق اطلاع دے دی کہ ایسے حالات رونما ہوں گے۔ گو تعبیر کرتے ہوئے مجھے چھوٹے بھائی کے لفظ سے مغالطہ لگا اور مَیں یہ سمجھا کہ خواب میں دو بھائیوں اور ایک بہن کا جو ذکر ہے شاید اس سے ان کے تین بچے مراد ہوں گے۔ مگر اتفاق کی بات ہے کہ لاہور کو جاتے ہوئے میری لڑکی اَمَۃُ الرَّشِید نے (جو کہ پروفیسر علی احمد صاحب کے لڑکے میاں عبدالرحیم احمد سے بیاہی ہوئی ہے جو خود بہار کے ہیں) مجھ سے ذکر کیا کہ پروفیسر صاحب کہتے تھے کہ فسادات ِبہار میں ہمارے رشتہ داروں میں سے ایک آدمی کے مرنے کی خبر آئی ہے۔ جس کا نام نجّو تھا اور حضور کی رؤیا میں جو مجنّہ نام آتا ہے شاید اس سے مراد نجّو ہو۔ یہ بات سنتے ہی میرا ذہن اصل تعبیر کی طرف چلا گیا۔ مَیں نے کہا نجّو وجّو کچھ نہیں۔ بس اب مَیں اس خواب کی تعبیر سمجھ گیا۔ جیسا کہ مَیں اوپر بتا چکا ہوں سارہ مرحومہ کے چار بھائیوں میں سے فسادات ِبہار کے وقت ایک بھائی قادیان میں تھا اور ایک بھائی کلکتہ میں تھا اور سب سے بڑا بھائی اور سب سے چھوٹا بھائی اور بہن فسادات کے دنوں میں بہار میں تھے اور انہیں کو تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ بہار کے کُل سترہ ضلعے ہیں۔ ان میں سے چار ضلعوں میں فساد ہوا اور تیرہ ضلعوں میں فساد نہیں ہوا۔ یہ ہو سکتا تھا کہ وہ بھائی وہاں ہوتے جہاں فساد نہیں ہوا۔ چاہے وہ بہار میں ہی ہوتے۔ لیکن ان کو ان تکالیف کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ اور اس وقت یہ خواب ان پر چسپاں نہ ہو سکتی۔ لیکن عجیب بات ہے کہ سب سے زیادہ خطرناک فسادات اور خطرناک حملے بھاگلپور، مونگھیر اور پٹنہ میں ہوئے اور ان فسادات کے وقت سارہ بیگم کے دونوں بھائی بھاگلپور میں تھے اور بہن اورین ضلع مونگھیر میں تھیں۔ ان دونوں جگہوں پر سخت فسادات ہوئے تھے۔ بھاگلپور کی تار تو الفضل میں چھپ چکی ہے۔ اورین کا

بھی محاصرہ ہوا اور کئی دن وہ لوگ سخت پریشان رہے۔ ان دونوں علاقوں میں جانی مالی نقصان کافی ہوا۔ کھانے پینے کی بھی بہت تکلیف رہی۔ خواب میں کوئی دیکھے کہ اس کے پیٹ میں کیڑے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوتی ہے کہ اس کا مالی نقصان ہو گا۔ ان جگہوں میں سخت فسادات ہوئے اور بہت سا جانی نقصان ہوا۔ لیکن جیسا کہ خواب سے ظاہر تھا سارہ بیگم کے بھائیوں اور بہن کو جانی نقصان سے اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ صرف مالی نقصان ہوا اور پریشانی ہوئی۔ اورین میں بھی کئی دن تک بلوائیوں نے شہر کا محاصرہ رکھا۔ اورین میں ہی ان کی ہمشیرہ تھیں۔ غرض خواب میں سارہ بیگم کے دو بھائیوں اور ایک بہن کی خبر دی گئی تھی کہ ان کو مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا اور ان کو اپنے ہمسایوں یا ہم وطنوں سے تکلیف پہنچے گی۔ لیکن اس میں مالی نقصان ہو گا، جانی نقصان نہیں ہو گا۔ یہی حالات وہاں رونما ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فسادات کے شروع ہونے سے چار پانچ دن پہلے مجھے بتا دیا۔ چنانچہ بھاگلپور میں 28 اکتوبر کو فسادات شروع ہوئے اور اورین میں 31 اکتوبر کو ہوئے۔ اس لحاظ سے ایک مقام کے متعلق بارہ دن پہلے اور دوسرے مقام کے متعلق چودہ دن پہلے اطلاع دی اور وہ خبر بعینہٖ پوری ہوئی۔ جو لوگ اخبارات کا مطالعہ کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ کیسی پریشانی اور خطرات کے وہ دن تھے۔ چنانچہ ایک تار سارہ بیگم مرحومہ کے بھائی اور باپ اختر علی صاحب امیر جماعت بھاگلپور کی طرف سے ان دنوں آئی تھی اور الفضل میں شائع ہو چکی ہے۔ اس تار کا مضمون یہ تھا کہ اس تار کو آپ ایسا ہی سمجھیں جیسے ڈوبتا ہوا جہاز اِرد گرد کے جہازوں کو خبر دیتا ہے کہ تم ہماری اِس اطلاع کو آخری اطلاع سمجھو۔ اگر اس کے بعد تمہیں کوئی اطلاع نہ آئے تو تم سمجھ لینا کہ ہم ڈوب چکے ہیں۔ اسی طرح کی ایک تار اورین سے بھی آئی تھی جہاں سارہ مرحومہ کی بہن محصور تھیں۔ یہ تار سیّد وزارت حسین صاحب نے اپنے لڑکے کو (جو پٹنہ میں ڈاکٹر ہیں) دی تھی کہ اگر ہمیں بروقت مدد نہ پہنچی تو تم سمجھ لینا کہ تمہارے ابا مارے جا چکے ہیں اور وہ تار عزیزم اختر حسین نے میرے پاس بھیج دی۔ اِن باتوں سے پتہ لگتا ہے کہ کیسے خطرناک حالات وہاں پیدا ہو گئے تھے اور یہ رؤیا کس صفائی سے پوری ہوئی ہے۔ خواب سے یہ پتہ لگتا تھا کہ دو بھائیوں اور ایک بہن کو کوئی حادثہ پیش آئے گا۔ اور پیٹ میں کیڑے ہونے سے یہ مراد تھی کہ اُن کو سخت پریشانی ہو گی،

مالی نقصان بھی ہو گا لیکن جانیں بچ جائیں گی۔ اور سارہ مرحومہ کی اداسی سے مراد پریشانی تھی اُن حالات کے متعلق جو آئندہ ہونے والے تھے۔ پس ان کے دو بھائی اور ایک بہن کو ہموطنوں کی طرف سے سخت تکالیف پہنچیں۔ وہ خود تو بچ گئے لیکن جائیدادوں کو کافی نقصان ہوا ہے۔ ان کو تنگیاں بھی آئیں، کئی دن تک محاصرے میں رہے۔ یہ سب کچھ ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے خواب کے مطابق سب کو جانی نقصان سے محفوظ رکھا۔

اِس کے بعد مَیں اپنی ایک اَور رؤیا کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ وہ رؤیا مَیں نے ڈلہوزی سے لکھ کر بھجوائی تھی اور الفضل (24 اگست 1946ء) میں چھپ چکی ہے۔ یہ رؤیا غالباً 1940ء یا 1941ء کی ہے۔ مَیں نے اُس وقت یہ رؤیا چودھری ظفر اللہ خان صاحب کو سنا دی تھی۔ مگر وہ کہتے ہیں مجھے یاد نہیں۔ بہر حال وہ رؤیا موجودہ حالات کے پیدا ہونے سے پہلے چھپ چکی تھی۔ وہ رؤیا یہ تھی کہ مَیں نے دیکھا مَیں دہلی میں ہوں اور انگریز حکومت چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے ہیں اور ہندوستانیوں نے حکومت پر قبضہ کر لیا ہے اور بڑی خوشی کے جلسے کر رہے ہیں کہ حکومت ہمارے ہاتھ میں آگئی ہے۔ ایک بہت بڑا چوک ہے اُس میں کھڑے ہو کر بڑے زور شور سے لوگ تقریریں کر رہے ہیں اور خطابات تجویز کر رہے ہیں کہ ہندوستان نے یہ حکومت حاصل کی ہے فلاں کو یہ رتبہ دیا جائے اور فلاں کو یہ عہدہ دیا جائے۔ مَیں نے ان کی ان خوشیوں کو دیکھ کر کھڑے ہو کر اُن میں ایک تقریر کی اور کہا۔ یہ کام کرنے کا وقت ہے، خوشیاں منانے کا وقت نہیں۔ انگریز تو صرف عارضی طور پر پیچھے ہٹے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ پھر لَوٹیں اور یہ سب خوشیاں بے کار ہو جائیں۔ اس لئے تقریریں نہ کرو، خوشیاں نہ مناؤ، تنظیم کرو اور تیاری کرو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں پر میری بات کا اثر ہوا ہے لیکن اکثروں پر نہیں ہوا۔ اور وہ اِس خوشی میں کہ ہم نے ملک پر قبضہ کر ہی لیا ہے، نعرے مارتے ہوئے اپنے گھروں کو چلے گئے ہیں۔ جب وہ نعرے مار کر اپنے گھروں کو واپس چلے گئے اور میدان خالی ہو گیا تو مَیں نے دیکھا کہ سامنے سے انگریزی فوج مارچ کرتی ہوئی چلی آ رہی ہے اور مَیں نے کہا دیکھو وہی ہوا جس سے مَیں ڈرتا تھا۔ اُس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اب جبکہ ملک آزاد ہو چکا ہے، ملک کی آزادی کو قائم رکھنے کے لئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ مَیں اپنے دل میں سوچتا ہوں

کہ کتنے آدمیوں سے مَیں یہ کام کر سکتا ہوں اور مَیں نے خیال کیا کہ اگر پندرہ سو آدمی جمع ہو جائیں تو ہم اس آزادی کو برقرار رکھ سکیں گے۔ اس پر میری آنکھ کھل گئی۔

اب دیکھو اس کے بعد کے واقعات بالکل اسی طرح رونما ہوئے۔ انگریزوں نے حکومت کانگرس منسٹری (Congress Ministry) کو دے دی اور ملک میں شور پڑ گیا کہ ہندوؤں کی حکومت ہو گئی۔ بس فیصلہ ہو گیا۔ کانگرس بھی حکومت کے غرور میں آ گئی اور اس نے کہنا شروع کر دیا کہ اب ہمارا راج ہے۔ اب پرانا زمانہ نہیں رہا۔ پولیس اور فوج میں بھی گھبراہٹ پیدا ہوئی کہ یہ کیا بن گیا ہے اور کانگرس اعلان پر اعلان کرتی کہ اب ہمارا راج ہے۔ اب کسی کو ہمارے معاملات میں دخل نہیں دینا چاہیئے۔ یہ دس پندرہ دن مسلمانوں کے لئے نہایت بے چینی اور پریشانی کے دن تھے۔ مسلمان یہ سمجھتے تھے کہ اب ہندوؤں کا راج ہو گیا ہے۔ اس کے بعد مَیں دہلی گیا اور مسلمانوں کی پریشانی کو دور کرنے کے لئے ہم جو کوشش کر سکتے تھے ہم نے کی۔ ہم نے انتہائی کوشش کی کہ مسلم لیگ کسی طرح عارضی حکومت میں آ جائے۔ ہم نے دعاؤں کے ذریعہ تدبیروں کے ذریعہ کوششوں کے ذریعہ اس کام کو سرانجام دینے کے لئے سعی کی۔ گو کانگرس یہ نہیں چاہتی کہ مسلم لیگ عارضی حکومت میں آئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ مسلم لیگ عارضی حکومت میں داخل ہو گئی اور کانگرس پر ان کا اندر آنا گراں گزرنے لگا اور انہوں نے ایسی کارروائیاں شروع کیں کہ آزادی کے خواب خیال بننے لگ گئے۔ آخر وہی جو مَیں نے خواب میں کہا تھا پنڈت نہرو کو میرٹھ کے کانگرس کے اجلاس میں کہنا پڑا۔ انہوں نے کہا ہے ہم یہ سمجھتے تھے کہ انگریزوں نے ہمیں آزادی دے دی ہے اور جو آزادی ہمیں ملنی چاہیئے تھی وہ مل گئی ہے اور لارڈ ویول ہمارے ساتھ اس طرح کام کرتے رہے کہ ہمیں ان کے متعلق حسن ظنی تھی لیکن اب آہستہ آہستہ جب سے مسلم لیگ حکومت میں آئی ہے۔ پہلے جیسے حالات نہیں رہے اور مسلم لیگ اور انگریزوں میں کوئی سازش معلوم ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انگریز آہستہ آہستہ آزادی دینے سے پیچھے ہٹ رہے ہیں اور انگریزوں کے ارادے اب بدلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اب ہمیں آزادی دینے کو تیار نہیں اور مسلم لیگ ان کے پنجہ کو مضبوط کر رہی ہے۔ اب دیکھو کیسی

وضاحت کے ساتھ پنڈت نہرو نے یہ تسلیم کیا ہے کہ اب انگریز اپنے ہاتھ کو پہلے کی نسبت مضبوط کر رہے ہیں۔ وجہ خواہ کوئی ہو حقیقت یہ ہے کہ جس طرح آج سے چھ سال پہلے خواب میں بتایا گیا تھا پہلے ہمارے ملک میں یہ رَو چلی کہ ہم حاکم ہو گئے ہیں اور دوسری رَو یہ چلی ہے کہ انگریز اب آزادی کے رستے میں روک بن رہے ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ مسلم لیگ کی اور انگریزوں کی آپس میں کوئی سازش ہو (یہ بات بالکل غلط ہے کہ مسلم لیگ اور انگریزوں کی کوئی سازش ہے) لیکن یہ بات درست ہے کہ انگریز اب اس طرح کانگرس کے ہاتھ میں حکومت دینے کو تیار نہیں رہا جس طرح پہلے تھا۔ ہو سکتا ہے کہ ہندوستان کے فسادات کی وجہ سے یہ احساس ان میں پیدا ہوا ہو کہ ہمارے فیصلے کی وجہ سے ہندوستان میں خون ریزی ہوئی۔ یا اِس وجہ سے اس ارادے میں تبدیلی ہوئی کہ کنزرویٹو پارٹی نے یہ اصرار کیا ہے کہ یہ فسادات لیبر پارٹی کی غلطی کی وجہ سے ہیں کہ اس نے یکدم ہندوستانیوں کو حکومت دے دی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ لیبر پارٹی نے یہ خیال کیا ہو کہ اگر ہم نے اس حال میں ہندوستانیوں کے ہاتھ میں حکومت دے دی تو کنزرویٹو پارٹی کے ہاتھ میں ہمارے خلاف پروپیگنڈا کرنے کے لئے ایک ہتھیار آ جائے گا اور اِس سے ہماری پارٹی کو نقصان ہو گا۔ اور یا ان کے دلوں میں ندامت پیدا ہوئی ہو کہ ہم نے صحیح فیصلہ نہیں کیا اور ہندوستان میں مسلمانوں کی جانیں محفوظ نہیں۔ اور اگر اب حکومت ہندوستانیوں کے ہاتھ میں دے دی گئی تو ملک میں حالت بدتر ہو جائے گی اور کنزرویٹو پارٹی کو ان کے خلاف لوگوں میں بدظنی پھیلانے کا موقع مل جائے گا۔ بہر حال خواہ اخلاقی لحاظ سے اور خواہ مصلحتی لحاظ سے۔ اب انگریز آزادی دینے کے اتنے شوقین نظر نہیں آتے جتنے وہ پہلے تھے اور اب ایسا نظر آتا ہے کہ انگریز دوبارہ ملک پر قبضہ کر رہے ہیں۔ یہ قبضہ خواہ عارضی ہو یا مستقل ارادہ سے ہو۔ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے دیکھا ہو کہ ہندو مسلمان فساد کرتے ہیں۔ اس لئے بہتر ہے کہ ہم خود حکومت کریں تاکہ ان فسادات کی نوبت ہی نہ آئے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب یہ حالات سُدھر جائیں اور لوگوں میں اعتماد پیدا ہو جائے تو وہ حکومت ہندوستانیوں کے سپرد کر دیں۔ یہ ضروری نہیں کہ خواب کی بات ہمیشہ کے لئے چلی جائے۔ ہو سکتا ہے ایک ماہ، دو ماہ یا تین ماہ کے بعد یہ حالت نہ رہے۔ بہر حال موجودہ حالات میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ انگریزوں

نے اندرونی معاملات میں دخل دینا شروع کر دیا ہے اور پنڈت جواہر لال نہرو کا وائسرائے پر اِس دلیری سے حملہ کرنا بتاتا ہے کہ اب حالات پہلے سے نہیں رہے اور آزادی کے خواب پراگندہ ہو رہے ہیں۔ ایسے شخص کا اقرار کوئی معمولی بات نہیں۔ جب پنڈت جواہر لال نہرو گورنمنٹ میں داخل ہوئے تو ان کے ساتھیوں نے ان پر اعتراض کیا کہ آپ گورنمنٹ میں کیوں گئے ہیں؟ آپ کے وہاں جانے سے آزادی کی جدوجہد کمزور ہو جائے گی۔ لیکن انہوں نے اور گاندھی جی نے یقین دلایا کہ وہ آزادی کی جدوجہد کو زیادہ تیز کرنے کے لئے گورنمنٹ میں جا رہے ہیں۔ لیکن اب پنڈت جواہر لال نہرو مشکلات کا اقرار کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ انگریزوں کا پہلو مضبوط ہوتا جا رہا ہے اور ہمارے لئے دن بدن مشکلات بڑھتی جا رہی ہیں۔ گویا وہ اپنی شکست تسلیم کرتے ہیں اور ان کا دلیری کے ساتھ شکست کا اعلان کرنا بتاتا ہے کہ موجودہ حالات کا حکومت پر بہت گہرا اثر پڑا ہے اور انہوں نے سمجھا کہ شکست کا اعلان زیادہ اچھا ہے بہ نسبت اِس کے کہ اپنی قوم کو تاریکی میں رکھا جائے۔

اب دیکھو یہ وہی حالات ہیں جو مَیں نے رؤیا میں دیکھے۔ اور یہ جو مَیں نے خیال کیا ہے کہ اگر پندرہ سو آدمی مجھے مل جائیں تو مَیں اس آزادی کو برقرار رکھ سکتا ہوں۔ اِس سے پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ کامل آزادی کے سامان پیدا کرے گا۔ بعض دوستوں نے مجھ سے پوچھا کہ پندرہ سو آدمیوں سے کیا مراد ہے؟ مَیں نے اُنہیں یہ جواب دیا کہ تعداد بتائی گئی ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ پندرہ سو سے کس قسم کی تعداد مراد ہے کیونکہ ہماری جماعت تو لاکھوں کی ہے اور پندرہ سو کی تعداد کوئی ایسی تعداد نہیں جس سے کوئی سیاسی تحریک چلائی جا سکے یا دشمن کا مقابلہ کیا جا سکے۔ اِس لحاظ سے یہ چیز مجھ پر حل نہیں ہوئی۔ اب پنڈت جواہر لال نہرو کا اقرار پڑھا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ چیز بھی حل ہو گئی۔ وہ اس طرح حل ہوئی کہ جنگ احزاب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ سو سے پندرہ سو کے درمیان آدمی تھے اور بعض روایات میں دو ہزار کی تعداد بھی بیان کی گئی ہے۔ لیکن بالعموم پندرہ سو کی تعداد ہی تاریخوں میں آتی ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ نے یہ تعداد بتا کر اِسی طرف اشارہ کیا ہے کہ ابھی تمہاری حالت جنگ احزاب کی سی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے حملے کا دفاع کرنے کے لئے

خندق کھودی تھی اور یہ پہلی جنگ تھی جس میں کئی دنوں تک فوجوں کو لڑنا پڑا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسی جنگ کی طرف اشارہ کر کے یہ بتایا ہے کہ ابھی تمہاری حالت دفاع کرنے والی ہے۔ ابھی حملہ کا وقت نہیں آیا۔ پس پندرہ سو آدمیوں سے مراد غزوۂ احزاب کا طریقِ کار ہے اور اس خواب سے مَیں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان کی مشکلات آہستہ آہستہ حل ہوں گی۔ فوری طور پر حل نہیں ہو سکتیں۔ ہاں جس طرح غزوۂ احزاب آخری جنگ تھی اِسی طرح اب ہندوستان کی آزادی کے لئے جو جدوجہد ہو گی وہ بھی آخری جدوجہد ہو گی۔ اور اس کے بعد انگریزوں کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ اب آزادی دیئے بغیر چارہ نہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے اس رؤیا میں یہ تسلی دلائی ہے کہ ہندوستان کو آزادی تو مل جائے گی لیکن کچھ دیر کے بعد ملے گی۔ یہ تعبیر ہے جو اَب میری سمجھ میں آئی ہے جو شخص اِس طریقِ کار پر چلے گا، کامیاب ہو گا۔ لیکن جو شخص جلد بازی اور عجلت سے کام لے گا وہ اپنے خواب کو شرمندہ تعبیر نہ کر سکے گا۔

ہر عقلمند آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہندو مسلمان کا سوال ایک دن میں حل ہونے والا نہیں بلکہ اِس کے لئے کچھ وقت کی ضرورت ہے اور پھر انگریز جو دو سو سال سے ہندوستان پر قبضہ کئے ہوئے بیٹھے ہیں۔ ایک منٹ میں اسے کیسے خالی کر دیں گے۔ مصر کے خالی کرنے کے لئے انگریز تین سال کی مہلت مانگ رہے ہیں اور مصری لوگ یہ چاہتے ہیں کہ وہ ایک سال کے اندر اندر اپنی فوجیں نکال لیں حالانکہ مصر میں ہندوستان کی نسبت انگریزوں کا روپیہ بھی کم لگا ہوُا ہے، فوجیں بھی کم ہیں اور دوسرے فوائد بھی کم ہیں۔ مصر میں انگریزوں کی فوج پچاس ساٹھ ہزار ہو گی اور ہندوستان میں لاکھ ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہو گی اور ہزاروں ہزار سِولین افسر یہاں ہیں۔ پھر تجارتی مفاد بھی مصر کی نسبت یہاں زیادہ ہے۔ جب انگریز مصر کو خالی کرنے کے لئے تین سال کی مہلت مانگ رہے ہیں تو وہ ہندوستان کو کیسے فوراً خالی کر سکتے ہیں۔ پس میرے نزدیک تو وہی غزوہ احزاب والا طریق کارگر ہو گا کہ ہندوستان کو آزادی آہستہ آہستہ ملے گی۔ یہ بات عقل کے بالکل خلاف ہے کہ انگریز دو چار ماہ میں چلے جائیں گے۔ ان کے لاکھوں سپاہی یہاں ہیں، ہزاروں افسر یہاں ہیں، ان کا اربوں ارب روپیہ ہندوستان میں لگا ہوُا ہے۔ ان افسروں کو اور سپاہیوں کو دوسری جگہ منتقل کرنے میں کچھ عرصہ لگے گا اور اس اربوں ارب

روپیہ کو سمیٹنے میں بھی کچھ عرصہ لگے گا۔ اگر برطانیہ فوراً ہندوستان سے ہاتھ کھینچ لے تو اسے ان فوائد سے محروم ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ رومانیہ اور بلغاریہ میں انگریزوں نے فوجیں رکھنے پر اصرار نہیں کیا اور یہ خیال کیا کہ روس اپنی فوجیں بھیج دے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ وہ دشمن ملک جن کو انگریزوں نے مغلوب کیا تھا اب بھبکیاں دے رہے ہیں اور ان کی باتوں کی ذرا بھی پروا نہیں کرتے۔ گویا انگریزوں نے اُن کو نہیں مارا بلکہ انہوں نے انگریزوں کو مارا ہے۔ وہ اس طرح انگریزوں سے سلوک کرتے ہیں گویا وہ حاکم اور غالب ہیں۔ لیکن جہاں انگریزوں کی فوجیں موجود ہیں وہاں انتظام میں خلل نہیں پڑتا۔ مثلاً جرمنی میں ان کی فوجیں ہیں، آسٹریلیا میں ان کی فوجیں ہیں۔ وہاں انتظام میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ پس جب تک ہندوستان سے ان کے سیاسی اور اقتصادی فوائد وابستہ ہیں اُس وقت تک وہ فوجیں واپس بلانے کو تیار نہیں ہوں گے۔ انگریزوں نے ہندوستان کا نقصان کیا یا اسے فائدہ پہنچایا؟ انہوں نے غلط کیا یا صحیح؟ اس کا سوال نہیں۔ اب تو صورت یہ ہے کہ ان کے فوائد ہندوستان سے وابستہ ہیں۔ جب تک وہ اپنے آدمیوں کو فارغ کر کے دوسری جگہ لگا نہ لیں اور اپنا روپیہ سمیٹ نہ لیں اُس وقت تک انگریزوں سے یہ امید نہیں کہ وہ ہندوستان کو خالی کر دیں گے۔ اور میرا خیال ہے کہ ہندوستان میں اب امن قائم کرنے کے لئے وہ اَور بھی زیادہ ٹھہریں گے کیونکہ ہندو مسلم صلح صرف ایک بار ہاتھ جوڑنے سے نہیں ہو جائے گی۔ یہ کام ایک دو دن میں نہیں ہو سکے گا۔ جہاں کروڑوں کروڑ آدمی ایک طرف اور کروڑوں کروڑ آدمی دوسری طرف ہوں۔ ان سب میں صلح کرا دینا آسان کام نہیں۔ اگر صرف دو آدمیوں کے صلح کرنے سے صلح ہو سکتی تو ہم یہ کہہ سکتے تھے کہ صلح کرانا کوئی مشکل بات نہیں۔ لیکن یہاں ایک دو دلوں کی صلح کا سوال نہیں بلکہ کروڑوں دلوں میں تبدیلی پیدا کرنے کا نام صلح ہے۔ ہم یہ سچے دل سے مان لیتے ہیں کہ گاندھی جی کے دل میں مسلمانوں کے لئے بُغض اور کینہ نہیں۔ لیکن کیا گاندھی جی کے مسلمانوں سے ملنے سے باقی تمام ہندو اپنے ارادے چھوڑ دیں گے؟ بہار کے فسادات کے موقع پر بھی گاندھی جی نے ہندوؤں سے اپیل کی تھی کہ وہ فساد کو بند کریں، نہیں تو مَیں مرن برت 1 رکھ لوں گا۔ لیکن کیا ہندوؤں نے ان کی بات مان لی؟ وہ کتنی دیر سے آہنسا 2 کی تعلیم دیتے چلے آ رہے ہیں لیکن ہندوؤں پر

گاندھی جی کی بات کا ذرا بھر بھی اثر نہیں ہوا۔ اور انہوں نے گزشتہ چند ماہ میں کم سے کم بیس پچیس ہزار مسلمانوں کو قتل کر دیا ہے اور لاکھوں کو زخمی کیا ہے اور ان کے گھر جلا دیئے ہیں۔ پس ہندوؤں اور مسلمانوں کی صلح سے مراد لیڈروں کی صلح نہیں بلکہ افراد کی صلح مراد ہے۔ جب تک افراد کے دلوں میں سے ایک دوسرے کے خلاف کینہ اور بُغض نہیں نکلتا اُس وقت تک صلح ناممکن ہے اور کروڑوں کروڑ دلوں کو آپس میں ملانا کوئی ایک دو دن کا کام نہیں بلکہ اس کے لئے کچھ عرصہ کی ضرورت ہے اور ایک بہت بڑی جدوجہد کی ضرورت ہے۔

پس مَیں سمجھتا ہوں کہ پندرہ سو کی تعداد کا اشارہ واقعہ احزاب کی طرف ہے۔ یعنی اگر ہندوستان کے لوگ غزوۂ احزاب کے طریق کار پر کام کریں گے یعنی خندقوں کے پیچھے ہو کر آہستگی سے کام کریں گے تو انہیں آزادی مل جائے گی۔ اور خواب میں جو مَیں نے خیال کیا کہ اگر پندرہ سو آدمی مجھے مل جائیں تو ہم آزادی کو برقرار رکھ سکتے ہیں اِس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر یہ لوگ ہمیں ثالث مان لیں تو ہم ایسے احسن طور پر ان کے درمیان فیصلہ کریں گے کہ کسی طرف کو کوئی شکایت باقی نہ رہے گی۔ گو مَیں یہ جانتا ہوں کہ وہ ہمیں ثالث نہیں بنائیں گے اور یہ بات یوں بھی بظاہر حالات خلافِ عقل نظر آتی ہے۔ لیکن خلافِ عقل ہونا اَور بات ہے اور واقع میں کسی چیز کا موجود ہونا اَور بات ہے۔ گو یہ دنیا کے نزدیک عقل کے خلاف بات ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک خلافِ عقل نہیں۔ ہندو مانیں نہ مانیں، مسلمان مانیں نہ مانیں، انگریز مانیں نہ مانیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس نے احمدیت کو قائم کیا ہے وہ جانتا ہے کہ اب سوائے احمدیت کے اور سوائے احمدیت کے رہنما کے پیچھے چلنے کے کوئی علاج اِن مشکلات کا نہیں۔ اور آہستہ آہستہ دنیا خود ایسا کہنے پر مجبور ہو گی۔ پس ہمارے لئے اِن باتوں کا فیصلہ کرنا بہت آسان بات ہے۔

مثنوی رومی میں ایک قصہ آتا ہے کہ چار فقیر اکٹھے سارا دن مانگتے رہے لیکن انہیں کوئی پیسہ نہ ملا۔ آخر شام کے قریب کوئی مسافر گزر رہا تھا اُس کو ان کی حالت پر رحم آیا۔ اُس نے ان کو کوئی ایک پیسہ دیا اور کہا تم چاروں اپنی اپنی مرضی کی چیز لے کر کھالینا۔ ایک پیسہ اور چار فقیر۔ ہر ایک یہ کہتا کہ میری خواہش پوری کرو۔ ان میں سے ایک پنجابی تھا۔ وہ کہتا مَیں تو

داکھیں کھاؤں گا۔ انگور کو پنجابی میں داکھ کہتے ہیں۔ ایرانی کہنے لگا میری خواہش پوری کرو۔ مَیں تو انگور کھاؤں گا۔ جو تُرک فقیر تھا اُس نے تُرکی میں جو انگور کے لئے لفظ ہے وہ بولا اور کہا مَیں تو وہ کھاؤں گا۔ عربی نے کہا مَیں تو عِنَب کھاؤں گا۔ غرض ہر ایک یہی کہتا تھا کہ میری خواہش پوری کرو۔ چنانچہ ان میں جھگڑا شروع ہو گیا۔ اِس نے اُس کا گلا پکڑا ہوا تھا۔ اُس نے اِس کا گلا پکڑا ہوا تھا اور آپس میں لڑ رہے تھے کہ اتفاق سے وہاں کوئی ایسا شخص آنکلا جو چاروں زبانیں جانتا تھا۔ اس نے ان کے پاس آ کر وجہ دریافت کی۔ سب نے اپنی اپنی خواہش بتائی۔ اس نے کہا پیسہ مجھے دے دو مَیں تم سب کی خواہش پوری کر دوں گا۔ پیسہ لے کر وہ انگور والے کے پاس گیا اور وہاں سے ایک پیسے کے انگور لا کر سب میں تقسیم کر دیئے۔ اِس پر ہر ایک نے کہنا شروع کر دیا کہ بس یہی میرا دل چاہتا تھا۔ پس ہم کو بھی اللہ تعالیٰ نے مَنۡطِقُ الطَّیۡر عطا فرمائی ہے۔ ہم بھی چاروں زبانیں جانتے ہیں۔ اگر وہ ہمارے سپرد کر دیں تو ہم تمام کے تمام جھگڑے چُکا سکتے ہیں۔ گو مَیں یہ جانتا ہوں کہ دنیا کے لوگ انبیاء کی جماعتوں پر اعتبار نہیں کیا کرتے۔ لیکن ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کو یہ بات سنا دیں کہ اگر وہ ہم کو ثالث مان لیں تو ہم ہر ایک کا حق دلا دیں گے اور کسی قوم کی حق تلفی نہ ہو گی۔ گو مجھے ان لوگوں سے امید نہیں کہ وہ مجھے ثالث بنائیں گے۔ بے شک آج دنیا ہمارے مشورہ کو قبول نہ کرے لیکن ہمارے لئے وقت مقدر ہے۔ جب وہ وقت آئے گا تو دنیا کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہماری راہنمائی ہی صحیح راہنمائی تھی۔"

(الفضل 6 دسمبر 1946ء)

---

1 مرن برت: وہ فاقہ جسے کرتے کرتے انسان مر جائے۔

2: آھنسا: اصل تلفظ ہندی میں "اَہِنسا" ہے یعنی تشدد کے مقابلے میں عدم تشدد۔ ظلم کو برداشت کرنا اور قدرت کے باوجود جواب نہ دینا۔ مہاتما گاندھی کی عدمِ تشدّد کی فلاسفی
(اردو لغت تاریخی اصول پر جلد 1 صفحہ 1092 مطبوعہ 1977ء کراچی)